”مدرسہ رجسٹریشن آرڈی ننس“

مدارس کی آزادی پر قدغن لگانے کا پہلا قدم

مولانا محمد حنیف جالندھری
رابطہ سیکرٹری اتحاد تنظیمات مدارسِ دینیہ پاکستان، ناظمِ اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

اَلحمدُ للہ وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی. اما بعد :

وفاقی کابینہ نے اپنے ایک اجلاس منعقدہ 19 جون 2002ء میں ''مدرسہ رجسٹریشن آرڈی ننس'' کی منظوری دی ہے۔ یہ آرڈی ننس ابھی تک تفصیلی وحتمی شکل میں تو سامنے نہیں آیا، لیکن وفاقی وزیر اطلاعات نے مرکزی کابینہ کے اجلاس کے بعد پریس کانفرنس میں اس آرڈی ننس کے حوالے سے جو کچھ کہا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ موجودہ حکومت کے ارادے اور عزائم دینی مدارس کے بارے میں نیک نہیں ہیں۔ دینی مدارس کے خلاف حکومت کی اس تازہ ترین مہم کا پسِ منظر مغربی ممالک کی یہ خواہش ہے کہ دینی مدارس پر حکومت کی حکمرانی ہو اور ترکی، مشرقِ وسطیٰ اور عرب ممالک کی طرح ان مدارس کو سرکاری حصار میں لے کر حریتِ فکر کی شمع بجھا دی جائے۔ اِسلام کے ان مضبوط ومحفوظ قلعوں میں شگاف ڈالنے کے پسِ پردہ بیرونی ہدایات اور دباؤ ہے۔ اس لحاظ سے حکومت کا یہ تازہ ترین اقدام شدید مذمت کے قابل ہے کہ حکومت مدارس دینیہ کا گلا گھونٹ کر حق گوئی، ایمانی غیرت و حمیت، جذبۂ جہاد، تدیّن وتقویٰ اور صدائے لا الٰہ الا اللہ کو کہیں بند تو نہیں کرنا چاہتی۔

''مدرسہ رجسٹریشن آرڈی ننس'' کا تفصیلی تجزیہ تو اس کے حتمی طور پر سامنے آنے کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے اجمالی اعلان کے بعد قوم بالخصوص دینی حلقوں میں جو اضطراب و بے چینی کی کیفیت ہے اس کے پیشِ نظر چند حقائق، حکومت کے بعض نامناسب اقدامات اور دینی حلقوں کے بعض جائز مطالبات سے قوم کو آگاہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں اوّلاً یہ حقیقت پیشِ نظر رکھی جائے کہ حکومت، پاکستان کے تمام دینی مدارس و جامعات کی نمائندہ تنظیموں اور وفاقوں پر مشتمل ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان'' کو اب تک یہ یقین دہانی تسلسل کے ساتھ کراتی رہی ہے کہ رجسٹریشن کے سلسلہ میں کوئی حتمی فیصلہ مدارس کو اعتماد میں لئے بغیر نہیں کیا جائے گا، حتیٰ کہ صدر پاکستان جنرل مشرف نے ۲۷ دسمبر ۲۰۰۱ء کو ''اتحاد'' کے وفد کو براہِ راست یہ یقین دہانی کرائی کہ دینی مدارس کی رجسٹریشن سمیت تمام اُمور اربابِ مدارس کے مشورہ سے طے کئے جائیں گے۔ انہیں اعتماد میں لئے بغیر حکومت کوئی قدم نہیں اُٹھائے گی۔ مگر اس تازہ ترین آرڈی ننس کی کسی شق پر اہلِ مدارس سے کوئی مشاورت نہیں ہوئی۔ اہم اُمور پر مشاورت قرآن کریم کا حکم اور پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس حکم کے تقاضے اسی صورت میں پورے ہوسکتے تھے جب اربابِ اختیار اہل مدارس سے مشاورت کرتے اور ان کی آراء وتجاویز کی روشنی میں آرڈی ننس جاری کرتے۔ ممکن ہے اقتدارِ اعلیٰ نے سرکاری محکموں، اداروں اور اسٹبلشمنٹ سے رائے لی ہو، لیکن ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں رائے دینے کی اہلیت وصلاحیت اور استحقاق اہلِ مدارس کا تھا نہ کہ بیورو کریسی کے کل پرزوں کا۔ بہر حال ہمیں نہایت افسوس ہے کہ حکومت نے اس سلسلہ میں نہ صرف

اپنے عہد کا پاس نہیں کیا بلکہ یک طرفہ ومتنازعہ آرڈی ننس جاری کر کے دینی حلقوں میں اضطراب پیدا کردیا ہے اور ستم ظریفی یہ ہے کہ بعض اعلیٰ حکام اور وزراء کرام سرکاری وغیر سرکاری ذرائع ابلاغ پر اب بھی یہ تأثر دینے میں مصروف ہیں کہ اس آرڈی ننس کے اجراء سے پہلے ارباب مدارس کو اعتماد میں لیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں نرم سے نرم الفاظ میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ

ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

چنانچہ حکومت کی اس عہد شکنی اور مدارس کو سرکاری کنٹرول میں لینے کی اس مہم کی پرزور مذمت کرتے ہوئے ''اتحاد'' کی قیادت نے متفقہ طور پر اس آرڈی ننس کو مسترد کردیا ہے۔

یہ آرڈی ننس اس لئے بھی ناقابلِ قبول ہے کہ اسے مدارسِ دینیہ کی آزادی، حریتِ فکر وعمل اور خود مختاری کو محدود بلکہ مسدود کرنے کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ اس آرڈی ننس کے نفاذ کے بعد تمام مدارس سرکاری ''مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' کے ماتحت ہوں گے۔ سرکاری افسران جب چاہیں معائنہ کے نام پر مدارس میں مداخلت کرسکیں گے۔ اگر کسی مدرسہ نے احتجاج کیا تو اس پر فرقہ واریت یا دہشت گردی کا لیبل لگا کر خاموش کرا دیا جائے گا۔ حالانکہ قبل ازیں اس سلسلہ میں بھی حکومت متعدد بار یہ اعلان کرچکی ہے کہ نئے قوانین کے اجراء کا مقصد مدارس کو سرکاری کنٹرول میں لینا یا اُن کے نظام میں مداخلت کرنا اور ان کی آزادی وخود مختاری کو سلب کرنا نہیں، مگر موجودہ آرڈی ننس حکومت کے ان تمام دعووں کی تردید کرتا ہے۔ واضح رہے کہ اہلِ مدارس کی جانب سے دینی مدارس کی آزادی وخود مختاری کو برقرار رکھنے کا مطالبہ انہی مدارس کے تحفظ اور بقاء کی خاطر ہے۔ کیونکہ ماضی کی تاریخ گواہ ہے کہ جس ادارے میں حکومتی عمل دخل شروع ہوا وہ بالآخر اس کے حسرتناک انجام پر منتج ہوا۔

وفاقی وصوبائی حکومتوں کے زیرِ انتظام سرکاری تعلیمی اداروں، سکولز، کالجز، جامعات، صنعت، تجارت، مواصلات اور ریلوے کا جو کچھ حال ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ١٩٧٣ء میں تعلیمی اداروں کو قومیانے کے بعد پاکستان کا پورا تعلیمی ڈھانچہ زمین بوس ہوچکا ہے۔ سرکاری تعلیمی اداروں میں اساتذہ کو تمام مراعات ملنے کے باوجود طلبہ کے لئے علم کے دروازے مسلسل بند ہورہے ہیں۔ بدنظمی وابتری اپنی آخری حدوں کو چھورہی ہے۔ پھر یہ کہ دینی مدارس کا معاملہ عام سکولوں کی طرح نہیں۔ یہاں ہزاروں مدارس میں لاکھوں طلبہ کی تعلیم، رہائش، طعام اور علاج معالجہ کا انتظام بلامعاوضہ محض اسلامی اور انسانی بنیادوں پر کیا جاتا ہے۔ اگر حکومت نے ان مدارس کو اپنی تحویل میں لینے کی کوشش کی تو اُسے شدید سیاسی ومعاشی مسائل سے دوچار ہونا پڑے گا۔ خود صدرِ پاکستان نے ١٢ جنوری ٢٠٠٢ء کو قوم سے اپنے خطاب کے دوران یہ اعتراف کیا تھا کہ ''ہم مدارس کو نہیں چلا سکتے۔ مدارس انسانیت کی فلاح و بہبود کا غیر معمولی کام سرانجام دے رہے ہیں اور میرے نزدیک یہ سب سے بڑی این جی اوز ہیں۔ ہم انہیں قومی تحویل میں لے کر تباہ کرنا نہیں چاہتے۔''

مگر موجودہ آرڈی ننس صدرِ پاکستان کے اُس خطاب سے متصادم ہے اور مدارس کو قومی وسرکاری تحویل میں لینے کے پہلے قدم کے طور پر ان کی آزادی وخود مختاری پر قدغن لگائی جارہی ہے۔ ''مدرسہ رجسٹریشن آرڈی ننس'' کے نفاذ سے مدارس آزادی کے ساتھ علومِ دینیہ کی حفاظت واشاعت کے حق سے محروم ہوجائیں گے اور ہر آنے والی حکومت انہیں اپنی حمایت پر مجبور کرنے کے لئے پابندیوں کا شکنجہ سخت تر کرتی جائے گی۔

''مدرسہ رجسٹریشن آرڈی ننس'' اس لئے بھی ناقابلِ قبول ہے کہ یہ ایک طرح سے ''امتیازی قانون'' ہوگا۔ یعنی ملک کے دوسرے فلاحی ورفاہی اداروں کے لئے اور ضابطے، مگر حقیقی رفاہی وفلاحی ادارے یعنی مدارس کے لئے اور قانون۔ این جی اوز اور دوسرے فلاحی اداروں پر غیر ملکی عطیات وصول کرنے پر کوئی پابندی نہیں جبکہ اس آرڈی ننس کے تحت مدارسِ دینیہ پر یہ پابندی عائد کی جارہی ہے کہ وہ غیر ملکی عطیات وصول نہیں کرسکتے۔ حالانکہ پوری قوم اس حقیقت سے باخبر ہے کہ مدارسِ دینیہ میں ان کے عطیات کی ایک ایک پائی نہایت احتیاط سے صحیح مصرف پر خرچ کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پوری قوم اہلِ مدارس پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے خون پسینہ کی کمائی سے لاکھوں کروڑوں روپے امداد کی صورت میں مدارس کو فراہم کرتی ہے۔

جب قوم مدارس پر اعتماد کرتی ہے تو حکومت کو کیوں بداعتمادی ہے؟ نیز غیر ملکی امداد کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی کہ غیر ملکی امداد سے حکومتی امداد مراد ہے یا کسی تنظیم اور ادارے کی امداد مراد ہے؟ یا کسی غیر ملکی فرد کی امداد مراد ہے اور وہ فرد مسلم ہے یا غیر مسلم؟ نیز بیرون پاکستان مقیم پاکستانیوں کی امداد بھی ''غیر ملکی'' کی تعریف میں آئے گی یا نہیں؟ آرڈی ننس میں اس کی کوئی وضاحت نہیں۔ بظاہر یہ ابہام اس لئے رکھا گیا ہے کہ حکومت جس وقت چاہے کسی بھی مدرسہ کو ''غیر ملکی امداد'' کی مندرجہ بالا شقوں کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دے کر نشانۂ ستم بنا سکے۔

ہماری نظر میں ''غیر ملکی امداد'' کا اطلاق صرف حکومتی امداد پر ہونا چاہئے۔ لیکن اگر کوئی مسلم تنظیم یا ادارہ یا فرد یا بیرون ملک مقیم پاکستانی، پاکستان کے کسی دینی یا فلاحی ادارے کو عطیہ دینا چاہے یا اپنے صدقات زیادہ مستحق افراد تک پہنچانے کے لئے مدارسِ دینیہ کا انتخاب کرے تو اس پر پابندی کا کیا جواز ہے؟ بلا جواز پابندی اور دینی مدارس کو چندہ دینے والوں کو ہراساں کرنا مدارس کے ساتھ دشمنی کے مترادف ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صرف مدارس کے لئے اس امتیازی قانون کے پسِ پردہ کوئی اور عزائم یا عوامل ہیں۔

اس آرڈی ننس کے اجراء سے حکومت اور دینی مدارس کے درمیان مفاہمت کی کوششوں کو بھی زبردست دھچکہ لگا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حکومت میں بعض ایسے عناصر موجود ہیں جو اپنے مخصوص مفادات کے پیشِ نظر حکومت اور دینی طاقتوں میں تصادم وتزاحم کی فضا دیکھنا چاہتے ہیں، جبکہ مدارسِ دینیہ نے اب تک اس سے احتراز کیا ہے۔ ہماری سرحدوں پر دشمن کی مسلح افواج بُرے عزائم کے ساتھ موجود ہے۔ داخلی طور پر حکومت کو کئی چیلنجوں کا سامنا ہے۔ ملک میں امریکہ کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ سے ملک کے متعدد حلقوں میں شدید اضطراب و پریشانی پائی جاتی ہے۔ ان حالات میں ملکی سلامتی اور استحکام کا تقاضا ہے کہ حکومت داخلی طور پر قومی اتحاد کی فضا قائم کرے۔ دینی قوتوں کو اپنا مخالف بنانے کی بجائے اپنا ہم خیال بنائے۔ خانہ جنگی کے امکانات کا سدِّ باب کرے اور ایسے عناصر کے مذموم مقاصد کو ناکام بنائے جو حکومت اور دینی حلقوں کو لڑانا چاہتے ہیں۔ یہاں یہ واضح رہے کہ اربابِ مدارس نے ہمیشہ افہام وتفہیم اور مذاکرات کے ذریعے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ حکومت کی ہر معقول تجویز اور فیصلے کا خیر مقدم کیا ہے۔ نصابِ تعلیم میں مناسب ترمیم، جس سے ہمارے دینی مقاصد متاثر نہ ہوں کو قبول کرنا اس کی واضح دلیل ہے۔

یہ اَمر بھی قابلِ غور ہے کہ اس وقت پاکستان کے ستر فیصد سے زائد مدارس سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہیں۔ اس ایکٹ کے تحت حکومت کو مدارس سے متعلق تمام ضروری کوائف حاصل ہوجاتے ہیں۔ رجسٹریشن کا یہ قانون تمام قانونی تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ اس لئے اربابِ مدارس کا یہ مطالبہ رہا ہے کہ مدارس کی رجسٹریشن اسی سوسائٹی ایکٹ کے تحت کی جائے۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ پہلے سے ستر فیصد سے زائد رجسٹرڈ مدارس کی ازسرِ نو رجسٹریشن کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ حکومت اور مدارس زائد اور بلا ضرورت بوجھ سے محفوظ رہیں گے۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ حکومت اور مدارس کے درمیان تناؤ کی موجودہ کیفیت کافی حد تک کم ہوجائے گی۔

مدارس کے ''اتحاد'' نے ۲۹ جنوری ۲۰۰۲ء کو وفاقی وزیر مذہبی اُمور سے مذاکرات کے وقت یہی تجویز پیش کی تھی۔ وزیر موصوف نے اس سے اتفاق کیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ وہ اس مؤقف کو حکومت سے منوائیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ''اتحاد'' نے حکومت کو یہ پیشکش بھی کی تھی کہ اگر حکومت سوسائٹی ایکٹ میں کوئی کمی محسوس کرتی ہے تو اس کا باہمی مشاورت سے اَزالہ کیا جاسکتا ہے۔ مگر تمام تر کوششوں اور حکومتی یقین دہانیوں کے برعکس ''مدرسہ رجسٹریشن آرڈی ننس'' جاری کرکے مدارس کے لئے مشکلات پیدا کردی گئی ہیں۔

جہاں تک مالی معاملات کا تعلق ہے تو حکومت اور مدارس پر اعتماد کرنے والے اور اُن کے خیر خواہ تمام مسلمان اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ تمام دینی مدارس کے حسابات باقاعدہ حکومت کے منظور شدہ آڈیٹرز سے آڈٹ ہوتے ہیں۔ مدارس میں ایک ایک پیسہ آخرت کی جواب دہی کے پیشِ نظر احتیاط سے خرچ کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قوم اس مسئلہ میں علمائے حق اور اہلِ مدارس پر جو غیر معمولی اعتماد رکھتی ہے اُسے ایک لحاظ سے

Blind faith کہا جاسکتا ہے۔

جو لوگ پاکستان میں دینی مدارس کو آزادی کے ساتھ خدمتِ دین کرتے ہوئے برداشت نہیں کرسکتے، وہ یہ شوشہ بھی چھوڑتے ہیں کہ جب کسی اور اسلامی مُلک میں مدارس کو اتنی آزادی حاصل نہیں تو پاکستان میں کیوں؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اتنی بلکہ اس سے بڑھ کر آزادی بنگلہ دیش اور ہندوستان میں دینی مدارس کو حاصل ہے۔ جبکہ ہندوستان اسلامی نہیں سیکولر بلکہ متعصب مذہبی مُلک ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ دیگر اسلامی ممالک میں حکومتیں خود دینی علوم کی تعلیم واشاعت کا انتظام کرتی ہیں۔ مشرقِ وسطیٰ اور سعودی عرب میں تحفیظ اور ابتدائی دینی تعلیم کے تمام مدارس کی سرپرستی حکومت کرتی ہے۔ جبکہ پاکستان میں حکومتی سطح پر آج تک اس طرف توجہ نہیں دی گئی۔ اگر یہ دینی مدارس بھی نہ ہوتے تو خاکم بدہن آج پچپن برس کے بعد پاکستان میں حفاظ، قراء، علماء، ائمہ، خطباء اور مبلغین کو چراغ لے کر ڈھونڈنے کی ضرورت پیش آتی۔

یہ تمام بوجھ مدارس نے اُٹھایا اور قوم کو ہزاروں حفاظ وقراء، علماء وخطباء، مبلّغین، مفتی، مفکر اور دانشور دیئے۔ ان ٹوٹے پھوٹے مدارس سے علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا ظفر احمد عثمانی ؒ، مفتی محمد شفیع ؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مولانا شمس الحق افغانی ؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، پیر قمر الدین سیالویؒ، مولانا مفتی محمد حسین نعیمیؒ، علامہ احمد سعید کاظمیؒ، مولانا داؤد غزنویؒ، علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ اور مولانا عبدالحق سرحدیؒ جیسے جلیل القدر علماء پیدا ہوئے۔

حکومت پاکستان کو تو ان مدارس کا ممنون ہونا چاہئے کہ ان کی بدولت پاکستان کو تمام اسلامی ممالک میں امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، انڈونیشیا، ملائیشیا اور دیگر اسلامی ممالک سے طلبہ کا یہاں آنا پاکستان کے لئے ایک اعزاز ہے۔ مدارس دینیہ کی آزادی سلب کرنے کی باتیں کرنے والے پاکستان کو اس اعزاز سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ پھر یہ بھی واضح رہے کہ سرکاری دستبرد سے آزاد ان مدارس نے علم وتحقیق کی نئی دنیا آباد کی۔ مشرقِ وسطیٰ اور ترکی وغیرہ میں جہاں دینی مدارس سرکاری تحویل میں آئے وہاں اِسلام کے حوالے سے علمی تحقیقی کام برائے نام رہ گیا۔ جس کے نتیجے میں اسلام کی روح بھی ختم ہوگئی۔ آج اگر دنیائے اسلام میں ہندوستان و پاکستان اور بنگلہ دیش علم وتحقیق کے عظیم جزیروں کے طور پر یاد کیئے جاتے ہیں تو یہ انہی مدارس کا فیض ہے۔ مدارس کی آزادی چھیننے والے درحقیقت علم کے ان چراغوں کو بجھانا چاہتے ہیں۔

ان معروضات کی روشنی میں پاکستان کے تمام دینی مدارس اور دینی جماعتوں اور حلقوں کا یہ متفقہ مطالبہ ہے کہ حکومت، پاکستان کے دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کی غیر دانشمندانہ پالیسی کو خیرباد کہتے ہوئے ''مدرسہ رجسٹریشن آرڈی ننس'' کو فی الفور واپس لے۔ اگر مدارسِ دینیہ کی آزادی وخودمختاری سلوب کرنے کی کوشش کی گئی تو حکومت کو دینی حلقوں کی طرف سے شدید ردّعمل اور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا اور پاکستان کے معروضی حالات اس قسم کے داخلی انتشار کے متحمل نہیں ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ حکومت نے جس طرح تمام دینی حلقوں کا مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے ووٹرز فارم میں ختم نبوۃ سے متعلق حلف نامہ بحال کرکے دانشمندی کا مظاہرہ کیا تھا، اِسی طرح وہ موجودہ آرڈی ننس واپس لینے کا اعلان کرکے دینی حلقوں میں پائی جانے والی بے چینی اور اضطراب کا بھی خاتمہ کرے گی۔

واللہ الموفق وھو علی کل شیٔ قدیر۔